

## تقلیدِ عرفی کی شرعی حیثیت

مفتی محمد نظام الدین رضوی

زیر نظر مضمون میں درج ذیل دو سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے ضمناً تقلید سے متعلق بہت سی مفید باتیں بھی آگئی ہیں۔

(۱) تقلید کا مفہوم اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) آج کون کون مجتہد قابل تقلید ہیں؟

لغت میں تقلید کا معنی ہے ”گلے میں قلادہ ڈالنا، ہار پہنانا۔“ آدمی جس کی پیروی کرتا ہے اس کے گلے میں گویا امامت کی عظمت کا ہار ڈال دیتا ہے، یا خود اپنے گلے میں اس کے قول و فعل کے اتباع کا قلادہ ڈال لیتا ہے اور عرف نامس میں تقلید یہ ہے کہ جو شخص کسی فن کا ماہر اور اسپیشلسٹ ہو، اس کی بات کو اس کی دلیل پر آگاہی کے بغیر صرف اس بنا پر تسلیم کر لیا جائے کہ اس کے ساتھ یہ حسن ظن و حسن اعتقاد ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے دلائل فن کی مضبوط بنیادوں اور نیک نیتی پر قائم ہونے کی وجہ سے صحیح و راجح ہوتا ہے۔ قرابا قمار، بحث تقلید اور شرح مختصر المنار میں ہے:

”التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ یقول او فی فعلہ علی زعم انہ

محقق بلا نظر فی الدلیل فکان المقلد جمل قول الغیر وفعلہ قلادۃ فی

عنفہ۔“ (حاشیہ حسامی: ۸۶، قرابا قمار، حاشیہ نور الانوار: ۲۱۶)

”تقلید یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع اس ظن کی بناء پر کرے کہ وہ

محقق ہے اور اس کی دلیل پر اس کی نظر نہ ہو، گویا مقلد نے دوسرے کے قول یا فعل کو

اپنے گلے کا قلادہ بنا دیا۔“

جیسے ماہر طبیب یا اسپیشلسٹ ڈاکٹر غور و خوض اور تحقیق کے بعد جب مرض کی تشخیص اور اس کے لئے نسخہ تجویز کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہر طبقے کا انسان یہی حسن ظن رکھتا ہے کہ اس کی تشخیص اور تجویز صحیح ہے اور اس سے کوئی دلیل طلب کئے بغیر اس کے مطابق علاج شروع کر دیتا ہے اور

(فقہ المعاملات کا مطالعہ کرنا، فقہی معاملات پر غور کرنا اور فقہی معاملات پر لکھنا وقت کی ضرورت ہے)

شفا یاب ہو جاتا ہے۔ بلکہ ایک عام آدمی کا اس سے اس کی تشخیص و تجویز پر دلیل مانگنا حماقت تصور کیا جاتا ہے اور اس سے بھی بڑی حماقت یہ ہوگی کہ کوئی انگریزی داں دواؤں کے نام اور کام پڑھ کر خود سے ہی اپنے اور دوسروں کے پیچیدہ امراض کا علاج شروع کر دے۔ بلکہ یہ قانوناً جرم بھی ہے۔

یا جیسے کسی ماہر حساب داں کا تحقیق کے ساتھ تیار کیا ہوا حساب یا کسی ماہر لسان کا اپنی زبان کے الفاظ کی تشریح یا کسی ماہر صرف و نحو کا کسی جملے یا صیغے کی ترکیب و تعلیل پر اسی حسن ظن کی بنیاد پر اعتماد کیا جاتا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ تقلید زندگی کے ہر شعبے اور انسانوں کے ہر طبقے میں پائی جاتی ہے، جس کا انکار محض مکابره و ہٹ دھرمی ہے..... خود دینیات کے باب میں بھی کثیر امور میں تقلید کا رواج عمومی طور پر پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ علم حدیث میں خود آج کل کے مدعیان حدیث بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ محدثین کرام اور ائمہ ناقدین حدیث نے اپنی تحقیق کی بنا پر احادیث نبویہ کے مختلف مدارج، مقبول، صحیح، متابع، شاہد، محکم، مختلف الحدیث، ناخ، منسوخ، معلق، مرسل، معضل، منقطع، مدلس، مضطرب، مصحف، محرف، متعین وغیرہا۔ مقرر کئے، جنہیں سب بے چون و چرا تسلیم کرتے ہیں، پھر ان مدارج کے مطابق ائمہ حدیث احادیث شریفہ پر صحیح، حسن، ضعیف، معروف، منکر وغیرہا کا حکم بھی صادر فرماتے ہیں اور امت ان کی تحقیق اور حکم پر اعتماد کر کے ان کے بیان کردہ مدارج پر حدیث کے مطابق عمل کرتی ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ یہ حسن ظن رکھتی ہے کہ انھوں نے پوری تحقیق کے بعد ہی ایسا کیا ہے اور آج کے عمل بالحدیث کے نام نہاد دعوے دار بھی کتاب و سنت سے اس کی دلیل طلب کئے بغیر اسے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ سب تقلید ہی تو ہے۔

رجال حدیث پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں اور ان میں رواۃ کے تعلق سے جو کچھ بھی جرح و قدح کی گئی ہے اور اصول حدیث کی کتابوں میں ثقات اور ضعفا کی معرفت کے لئے جو مراتب جرح و تعدیل نیز احکام جرح و تعدیل بیان کئے گئے ہیں سب ان کو بے دلیل تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی بلاشبہ تقلید ہی ہے۔

### تقلید فقہی:

اسی تقلید کی ایک خاص قسم ہے تقلید فقہی، یعنی فقہ کے فروری غیر منصوص مسائل میں کسی کی تقلید۔ یہ تقلید دو طرح کی ہو سکتی ہے (۱) حقیقی (۲) عرفی۔

☆ بیع منادہ یہ ہے کہ بائع مع کو مشتری کی طرف پھینک دے ☆

تقلید حقیقی:

یہ ہے کہ کسی انسان کے قول کی پیروی صرف اس بنا پر کی جائے گی کہ یہ اس کا قول ہے اور اس کے پس پشت حقیقت میں کوئی دلیل شرعی نہ ہو جیسے افعال کفر و شرک میں پہلے کے کفار و مشرکین کی پیروی کہ یہ کھلے طور پر بے دلیل ہے، بلکہ اس کے بطلان پر کتاب و سنت کے دلائل قائم ہیں۔ عرف عام میں اس کا نام ”اندھی تقلید“ ہے، کیونکہ کہ جیسے اندھا اندھے کے پیچھے چلتا ہے اور دونوں میں کسی کے پاس نور نہیں ہوتا اسی طرح تقلید حقیقی میں بھی کسی کے پاس نور دلیل نہیں ہوتا۔ ایک مخصوص فرقہ کے لوگوں نے تقلید کے شرک ہونے پر کتاب و سنت سے جو نصوص پیش کئے ہیں وہ سب اسی تقلید حقیقی سے متعلق ہیں اور انھوں نے یہ سارے نصوص اپنے ائمہ کی پیروی میں اہل حق پر چسپاں کئے ہیں، یہ بھی تقلید حقیقی ہے جو باطل ہے۔ اب خواہ وہ اپنے بطلان کی شناخت کے لحاظ سے صرف حرام ہو یا کفر و ارتداد بھی۔

تقلید عرفی:

یہ ہے کہ مجتہد مطلق (جسے مجتہد فی الشرع بھی کہتے ہیں) کی پیروی فروری امور میں اس بنا پر کی جائے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ہم عنقریب کتاب و سنت کے کچھ نصوص انشاء اللہ العظیم الخیر پیش کریں گے۔

تو اس طرح حقیقت میں یہ کتاب و سنت کی پیروی ہوگی اور اس پر تقلید کا اطلاق ایک ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے محض عرفاً ہوگا۔ بہ لفظ دیگر یہ فی الواقع اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و فرمودات کی اطاعت و اتباع ہے جسے ہمارے عرف میں مجازاً تقلید کہا جاتا ہے۔ اس کو حرام یا شرک کہنا کتاب و سنت کے مقابل ایک نیا فرمان جاری کرتا ہے، جو وہابیہ کے ہی شایان شان ہے۔

تقلید کن امور میں کی جاتی ہے:

امور دینیہ کئی طرح کے ہیں:

(۱) وہ امور جن کا تعلق اصول دین و عقائد اسلام سے ہے، یہ قرآن و حدیث کے نصوص صریحہ اور

دلائل عقلیہ سے ثابت ہوتے ہیں۔ جیسے اللہ ایک ہے، سمیع و بصیر، علیم و خبیر۔۔۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آخری نبی ہیں، قرآن مقدس اللہ کا کلام ہے۔

(۲) وہ احکام و شرائع جو کتاب و سنت کے صریح نصوص سے ثابت ہوں اور اجتہاد و قیاس پر ان کی بنیاد نہ ہو، جیسے نماز پنج گانہ، جمعہ و روزِ رمضان و حج کی فرضیت۔

(۳) وہ احکام جو اجماع امت سے ثابت ہوں کہ اجماع کی طرف رجوع عرفاً تقلید نہیں ہے۔

(۴) وہ احکام جو کتاب و سنت کے نصوص سے اجتہاد و استنباط کے ذریعہ نکالے جائیں، جیسے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت، وضو کے لئے ہاتھوں کی کہنیوں اور پاؤں کے ٹخنوں کو دھونا، طلاق والی عورت کی عدت تین حیض ہونا، چھ اموال کے سوا میں عقود و معاوضہ میں سود کا تحقق، سفر میں جمع بین الصلوٰتین اور اس طرح کے کثیر مسائل۔

تقلید صرف آخری نوع کے مسائل میں کی جاتی ہے، باقی امور دائرہ تقلید سے باہر ہیں۔ ہر شعبہ بلکہ ہر عالم، کتاب و سنت کے بحر معانی کی گہرائیوں میں پہنچ کر احکام شرعیہ کے گوہر تلاش کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ پھر تلاش و جستجو میں سیپ اور موتی میں امتیاز نہیں کر سکتا، اس لئے آخری نوع کے احکام و شرائع میں فقہائے مجتہدین کی تقلید لازمی و ضروری ہوئی۔ اب اس کے دلائل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے مختصراً پیش کرتے ہیں۔

### تقلیدِ عرفی کے وجوب کے دلائل:

کتاب اللہ کی آیات اور احادیث نبویہ سے تقلیدِ عرفی کا وجوب کھلے طور پر ثابت ہوتا ہے، مثلاً ارشاد باری ہے:

”وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون“  
(التوبة: ۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنا لیں، اس امید پر کہ وہ سچے ہیں۔

☆ صحیح مسلم: قیمت پہلے ادا کرنا اور بیع بعد میں مقررہ مدت پر وصول کرنا ☆

اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں:

- (الف) اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں پر فقہ سیکھنا فرض فرمایا۔  
 (ب) اور عام مسلمانوں کو اس سے معاف فرمایا مگر انہیں مہمل اور آزاد بھی نہ رکھا کہ یہ سب کے سب مکلف ہیں اور ان پر احکام الہیہ کا اقتتال فرض ہے۔  
 (ج) اس لئے فقہاء پر لازم فرمایا کہ وہ عام مسلمانوں کو ڈرائیں اور فقہی احکام بتائیں اور عام مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ وہ فقہاء کی بات پر عمل کریں اور یہی تقلید ہے۔  
 امام احمد رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”جب احکام الہیہ ہر عام و عامی پر ہیں، آزاد کوئی نہ چھوڑا گیا اور فقہ سیکھنے کو صاف فرما دیا کہ سب سے نہیں ہو سکتا، ہر گروہ سے بعض خاص سیکھیں اور اپنی قوم کو احکام بتائیں کہ وہ مخالف حکم سے بچیں تو صاف صاف عام لوگوں کو ان فقہیوں کی بات پر چلنے کا حکم ہوا اور اسی کا نام تقلید ہے، جس کی فرضیت قرآن عظیم کی نص قطعی سے ثابت ہوئی۔“ (حاشیہ اطاب الصیب: ۲۰)

اس کی مختصر تشریح یہ ہے کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے احکام ہیں جن کا علم ابتداء بغیر تصریح شارع یا اجتہاد مجتہد کے حاصل نہیں ہوتا اور آدمی حلال و حرام اور جائز و واجب دین کے جتنے احکام ان پر ہیں سب کے عالم نہیں، نصوص شریعت کے معانی کا سب کو احاطہ نہیں، منصوص سے مسکوت کا حکم پیدا کرنے پر سب کو قدرت نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو نہ علم ہے، نہ بصیرت، نہ اجتہاد کی قدرت، کیا وہ شتر بے مہار بنا کر چھوڑ دیئے گئے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں، تو پھر ان کے لئے احکام الہی جاننے کی کیا سبیل ہے، آیا یہ کہ خود دیکھیں حالانکہ وہ نگاہ نہیں رکھتے، اجتہاد کریں حالانکہ قدرت نہیں رکھتے، یا یہ کہ ہدایت و ارشاد والے علماء کی طرف رجوع کریں۔ امور دین میں ان پر اعتماد کریں، جو وہ فرمائیں مطیع ہو کر اس پر کاربند رہیں، یہی حق ہے اور اسی کا نام تقلید ہے۔  
 قرآن حکیم کی درج بالا آیت کریمہ میں اسی پر براہیغینہ کیا گیا ہے۔

(ماخوذ از طاب الصیب، ص ۲۰-۲۱ مشمولہ رسائل رضویہ)

(۲) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

”فَسَلُّوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝“ (الانبیاء: ۲۱)

☆ صحیح تالیف: وہ صحیح جو صرف من اول کے ساتھ ہو ☆

”تو اے لوگو! تم دانتوں سے پوچھو اگر کہیں علم نہ ہو۔“

حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”الا سئلوا اذا لم يعلموا فانه اشفاء العی السؤل۔“ (ابوداؤد شریف، ص

۶۵، ج ۱، بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ)

”کیوں نہ پوچھا جب معلوم نہیں تھا کہ مرض جہل کی شفاء تو بس سوال ہی ہے۔“

ان نصوص میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو بات تمہیں معلوم نہ ہو وہ علماء سے پوچھ لو تاکہ اس کے مطابق عمل کرو اور علماء سے مسئلہ پوچھ کر اس کے مطابق عمل کرنا عرفاً تقلید کہلاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ہر مسلمان بالبداہت جانتا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے اس پر کچھ فرض ہیں، کچھ حرام،

کچھ حدیں ہیں، کچھ احکام اور ان میں جو جاہل ہے وہ اپنے وجدان سے جانتا ہے کہ

جاہل ہے اور یہ کہ جب تک اسے بتایا نہ جائے خود جان لینے سے عاجز ہے اور خوب

جانتا ہے کہ بے عمل کے لئے چھکارا نہیں اور بے علم عمل کا یا را نہیں اور بے سیکھے علم نہ

آئے گا تو بداہت اس کے ذہن میں خود آجائے گا کہ اس پر ایسے سے پوچھنا لازم ہے

جو مسئلہ بتا کر ہدایت فرمائے اور بے شک یہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر

آج تک برابر فرضیت نماز و دیگر فرائض کی طرح متواتر ہے بلکہ وہ انسان کی جبلی بات

ہے، خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر۔ لہذا ہر گروہ کے عوام کو دیکھئے گا کہ اپنے یہاں کے اہل

علم و دانش کے پاس آتے اور جنہیں اپنا طبیب سمجھتے ان سے مرض جہل کی دوا پوچھتے

ہیں۔ اس لئے کہ وہ یقیناً اپنے دل سے جان رہے ہیں کہ ہم اسی طور پر اپنے فرض

سے ادا ہوں گے اور بلاشبہ یہ تقلید ہی سے ہے نہ کہ اجتہاد سے۔“

(اطائب الصیب مع تغیر لیسیر، ص ۲۱-۲۲)

غرض یہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور انسانوں کے تو اتر سب سے ثابت ہوتا ہے کہ جو

بات معلوم نہ ہو اسے اہل علم سے معلوم کر کے عمل کیا جائے اور یہی تقلید ہے۔

(۳) نیز ارشاد باری ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ (النساء، ۵۹)

☆ بیچ تولیہ: وہ بیچ جو صرف ممن اول کے ساتھ ہو ☆

اس آیت کریمہ میں ”اولوالامر“ سے مراد فقہائے مجتہدین ہیں، جیسا کہ سید المفسرین حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

”قال علی بن ابی طلحة عن ابن عباس ”وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ یعنی اہل الفقه والدين وكذا قال مجاهد وعطاء والحسن البصرى وابو العالیہ ”اولی الامر“ یعنی العلماء والظاهر واللہ اعلم. انها عامة فی كل اولی الامر من الامراء والعلماء كما تقدم. اه“ (ص ۵۱۸، ۱۷۰)

”علی ابن ابوطالب فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اولی الامر سے مراد فقہاء وائمہ دین ہیں، یوں ہی مجاہد، عطاء، حسن بصری اور ابو العالیہ سے منقول ہے کہ اولوالامر سے مراد علماء ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ کلمہ تمام اصحاب امراء و علماء کو عام ہے، جیسا کہ بیان ہو چکا۔

دارمی باب الاقتداء بالعلماء میں بھی اولوالامر سے مراد اہل فقہ کو ہی بتایا گیا ہے۔ امراء کی اطاعت امور شرعیہ میں ماتحتوں پر واجب ہے اور خود امراء پر فقہاء کی اطاعت واجب ہے تو فقہاء ان کے لئے بھی اولوالامر ہوئے۔

حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یہ دعا فرمائی: ”اللهم فقهه فی الدین و علمه التاویل۔“ اے اللہ! انہیں دین کا فقیہ بنا اور تفسیر قرآن کا علم عطا فرما۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں پر اللہ کی اطاعت بھی واجب ہے اور رسول کی اطاعت بھی واجب ہے اور فقہاء کی اطاعت بھی واجب ہے، جو احکام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے صراحتاً ثابت نہ ہوں بلکہ انہیں فقہائے دین نے کتاب و سنت کے نصوص سے اجتہاد کر کے نکالا ہو، انہیں میں ان کی تقلید واجب ہے، مگر یہ تقلید محض عرفا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل کے حکم سے ان کی اطاعت کی جاتی ہے۔

(۴) اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

”وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ۔“ (حاشیہ)

☆ بیع مسامحہ: خرید کردہ قیمت کا اعتبار کیے بغیر کسی شے کو فروخت کرنا ☆

کی حقیقت جان لیتے، جو ان میں سے استنباط کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ علم دو طرح کا ہے، ایک وہ جو بہ نص قرآن حاصل ہو اور دوسرا وہ جو قرآن و حدیث سے استنباط کے ذریعہ حاصل ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ دینی امور میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں، بلکہ جو اہل ہو اسی کو استنباط کرنا چاہئے اور جو اس کا اہل نہ ہو اسے اہل کی طرف رجوع کرنا چاہئے، قرآن پاک اسی کا حکم دیتا ہے۔

یہ اور اسی نوع کی دوسری آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ ہر شخص نصوص کتاب و سنت سے احکام اخذ کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے اس پر فقہ مجتہد کی اطاعت اور اس کی طرف رجوع لازم ہے۔ یہی وہ دلائل ہیں جن کی بنیاد پر ائمہ مذاہب اربعہ کی تقلید کی جاتی ہے اور یہی فی الواقع ان آیات قرآنیہ پر عمل اور اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔

دلائل شرعیہ دو طرح کے ہیں، اجمالیہ، تفصیلیہ۔ تفصیلی دلائل سے مراد جزئی دلائل ہوتے ہیں، ان میں ایک ایک حکم پر الگ الگ دلائل ہوتی ہے، جیسے چوتھائی مہر کے مسح کے وجوب کی دلیل حدیث مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اجمالی دلائل سے مراد کلی دلائل ہوتے ہیں۔ یہ دلائل تنہا تنہا کثیر احکام پر ایک ساتھ دلالت کرتے ہیں جیسے: ”اطیعوا اللہ“ حکم مانو اللہ کا۔ اور اللہ نے حکم دیا: ”واولئ الامر منکم“ اور حکم مانو اپنے اولوالامر کا۔ دلائل تفصیلیہ کا علم مجتہد کو ہوتا ہے اور وہی اس کے جاننے کا مکلف ہے اور دلائل اجمالیہ کا علم مقلد کو بھی ہوتا ہے اور انہیں دلائل اجمالیہ کی بنیاد پر وہ اپنے انام مجتہد کی تقلید کرتا ہے۔

یہاں سے یہ امر بھی عیاں ہو گیا کہ تقلید کی تعریف میں ”عمل بغیر دلیل“ کے لفظ سے فقہاء کی مراد دلیل تفصیلی ہوتی ہے۔ یعنی مجتہد کی دلیل جزئی تفصیلی کے علم کے بغیر وہ اس کے قول پر عمل کرے، یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ اس کے پاس قطعاً کوئی دلیل نہیں نہ تفصیلی، نہ اجمالی، کیوں کہ دلیل اجمالی بلکہ دلائل اجمالیہ کا علم اسے قطعاً ہوتا ہے، جن کے چند نمونے اوپر مذکور ہوئے۔

ہم یہاں اس حقیقت کو واضح کاف کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ، رسالہ اجلی الاعلام کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس کا تعلق مسلم العقوبت بحث تقلید کی ایک عبارت کی شرح سے ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

☆ بیع باطل: جو بیع نہ اصل کے اعتبار سے جائز ہو اور نہ ہی وصف کے اعتبار سے ☆

”التقليد) الحقيقي هو (العمل بقول الغير من غير حجة) اصلا (كاخذ العامي) من مثله. وهذا بالاجماع اذ ليس قول العامي حجة اصلا لا لنفسه، ولا لغيره (و) كذا اخذ (المجتهد من مثله) على مذهب الجمهور من عدم جواز تقليد المجتهد مجتهدا اخر.

وذلك لانه لما كان قادرا على الاخذ عن الاصل فالحجة في حقه هو الاصل وعدوله عنه الى ظن مثل عدول الى ما ليس حجة في حقه فيكون تقليدا حقيقيا فالضمير في مثله الى كل من العامي والمجتهد، لا الى المجتهد خاصة.

و اذا عرفت ان التقليد الحقيقي يعتمد انتفاء الحجة راسا (فالرجوع الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم او إلى الاجماع) وان لم نعرف دليل ما قاله صلى الله تعالى عليه وسلم او قاله اهل الاجماع تفصيلا (ليس منه) اى من التقليد الحقيقي لوجود الحجة الشرعية لو اجمالا (وكذا) رجوع (العامي) هو من ليس مجتهدا (الى المفتي) وهو المجتهد (و) رجوع (القاضي الى) الشهود (العدول) واخذهما بقولهم ليس من التقليد في شيء لا نفس الرجوع ولا العمل بعده (لا يجاب النص ذلك الرجوع والعمل (عليهما) فيكون عملا بحجة ولو اجمالية كما عرفت.

هذا هو حقيقة التقليد (لكن العرف مضى (على ان العامي مقلد للمجتهد) فجعل عمله بقوله من دون معرفة دليله التفصيلي تقليدا له وان كان انما يرجع اليه لانه مأمور شرعا بالرجوع اليه والاخذ بقوله فكان عن حجة لا بغيرها وهذا اصطلاح خاص بهذه الصورة فالعمل بقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ويقول اهل الاجماع لا يسميه العرف ايضا تقليدا“ (ص ۳۸۳، ج ۱، رساله اجلي الاعلام)

”تقليد حقیقی یہ ہے کہ غیر کے قول پر کسی بھی طرح کی دلیل کے بغیر عمل کیا جائے جیسے کوئی عامی اپنے جیسے عامی کی تقلید کرے، یہ تو بالاجماع تقلید حقیقی ہے۔ کیونکہ عامی کا

☆ بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں ☆

قول اس کے لئے، یا کسی کے لئے بھی بالکل حجت نہیں، یوں ہی مجتہد کا اپنے جیسے کسی مجتہد کے قول کو اختیار کرنا بھی مذہب جمہور پر تقلید حقیقی ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں۔ کیونکہ جب وہ اصل کتاب و سنت سے اخذ احکام پر قادر ہے تو اس کے حق میں حجت وہی اصل ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے کے اپنے ہی جیسے ظن کو اختیار کرنا اس کے لئے حجت نہیں ہے۔ اس لئے یہ تقلید حقیقی ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مسلم الثبوت کے قول ”مثلاً“ میں ضمیر ”ہ“ کا مرجع عامی بھی ہے اور مجتہد بھی۔ خاص مجتہد ہی اس کا مرجع نہیں ہے۔

اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ تقلید حقیقی میں مقلد کے پاس بالکل کسی بھی طرح کی دلیل نہیں ہوتی اور اس کا مدار مطلقاً فقہانِ دلیل پر ہوتا ہے تو واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل اجماع کی طرف رجوع تقلید حقیقی نہیں، کیونکہ یہاں حجت شرعیہ (قول رسول و قول اہل اجماع) اجمالی طور پر موجود ہے۔ گو کہ ہمیں قول رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قول اہل اجماع کی دلیل جزئی نہیں معلوم ہے۔

یوں ہی عامی غیر مجتہد کا مفتی مجتہد کی طرف رجوع اور قاضی شریعت کا عادل گواہوں کی طرف رجوع اور ان کا مفتی و گواہوں کے قول پر عمل تقلید نہیں ہے، نہ تو رجوع تقلید ہے اور نہ ہی اس کے بعد عمل کا اس سے کوئی علاقہ ہے۔ کیونکہ نص شارع نے یہ رجوع پھر عمل ان پر واجب فرما دیا ہے تو یہ عمل دلیل شرعی پر ہوا، گو کہ یہ دلیل جزئی نہیں اجمالی ہے۔ یہ ہے تقلید کی حقیقت (یعنی دلیل شرعی کلی پر عمل) لیکن عرفاً اسے تقلید اور عامی کو مجتہد کا مقلد کہا جاتا ہے، کیونکہ اسے مجتہد کی دلیل جزئی تفصیلی کا عرفان نہیں حاصل ہوتا، حالانکہ وہ مجتہد کی طرف رجوع اس لئے کرتا ہے کہ شریعت نے اسے اس کی طرف رجوع اور اس کے قول پر عمل کا حکم دیا ہے، تو یہ عمل و رجوع دلیل کی بناء پر ہے، بلا دلیل نہیں ہے۔ اور یہ اصطلاح اسی صورت کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد اور اہل اجماع کے قول پر عمل کو عرفاً تقلید نہیں کہا جاتا۔

اس اقتباس سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ مقلد کتاب و سنت کے دلائل اجمالیہ کلیہ کی روشنی میں اپنے امام مجتہد کی تقلید کرتا ہے جو محض عرفاً تقلید ہے اور شرعاً وہ تقلید نہیں بلکہ

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

کتاب و سنت کا اتباع اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔  
 ہاں اگر عام آدمی اپنے جیسے عام آدمی کی تقلید کرے جیسے غیر مقلد عوام اپنے مولویوں کی  
 تقلید کرتے ہیں تو یہ تقلید حقیقی ہے اور یہی حرام ہے کیونکہ یہ مولوی مجتہد نہیں ہوتے بلکہ اجتہاد کے مقام  
 سے بہت دور ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی عامی ہوئے، گو وہ اپنے منہ سے کچھ بھی دعویٰ کریں۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

### کون کون مجتہد آج قابل تقلید ہیں:

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جن ائمہ مجتہدین کا مذہب موت و حیات کے تمام شعبوں میں  
 مدون، محفوظ اور بہ روایات متواترہ یا مشہورہ منقول ہے اور یہ خوبیاں صرف چار مشہور مذاہب میں پائی  
 جاتی ہیں۔ مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں چار مذاہب کی  
 تقلید پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے۔ لہذا اب کوئی ایسا مذہب اختیار  
 کرنے کی اجازت نہیں جو ان چاروں مذاہب کے سوا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جنہیں غیر مقلدین بھی اپنی سند میں

پیش کرتے ہیں اپنے رسالہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

”اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي  
 الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه. احدها ان  
 الامة اجتمعت على ان يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة فالتابعون  
 اعتمدوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين  
 وهكذا في كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم والعقل يدل على  
 حسن ذلك لان الشريعة لا تعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا  
 يستقيم الا بان ياخذ كل طبقة عن قبلها بالاتصال ولا بد في الاستنباط  
 من ان يعرف مذاهب المتقدمين لان لا يخرج من اقاويلهم يخالف  
 الاجماع وينسى عليها ويستعين في ذلك بمن سبقه لان جميع  
 الصناعات كالصرف والنحو والطب والشعر والحدادة والنجارة

☆☆☆☆☆ گستاخ رسول کو سر کا خطاب قابل مذمت ہے ☆☆☆☆☆

والصیاعۃ لم یتیسر لاحد الابلازمة اهلها و غیر ذلک نادر بعید لم یقع  
وان کان جائزاً فی العقل واذا تعین الاعتماد علی اقاویل السلف فلا بد  
من ان یکون اقوالهم الیٰ تعتمد علیها مرویة بالاسناد الصحیح او مدونة  
فی کتب مشہورۃ وان یکون مخدومۃ بان یتبین الراجح من محتملاتها  
ویخصص عمومها فی بعض المواضع وبقید مطلقها فی بعض المواضع  
و یعلل احکامها و الالم یصح الاعتماد علیها و لیس مذهب فی هذه  
الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا هذه المذاهب الاربعة۔“

”مذہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی عظیم مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے  
میں بڑا فساد ہے، ہم اس کو چند طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ اول: یہ کہ امت کا اس  
پر اجماع ہو چکا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے، لہذا تابعین نے  
اس بارے میں صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر، اسی طرح ہر طبقہ میں علماء  
نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا۔ اور اس کی اچھائی پر عقل دلالت کرتی ہے، اس لئے  
کہ شریعت نقل اور استنباط کے بغیر نہیں پہچانی جاسکتی اور نقل نہیں درست ہوگی مگر اسی  
طرح کہ ہر طبقہ اپنے پہلے والوں سے براہ راست علم شریعت حاصل کرے اور استنباط  
کے لئے یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے تاکہ ان کے اقوال سے  
باہر نہ جائیں کہ باہر ہونا خرق اجماع ہے۔ اور تاکہ انہیں اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور  
انگلوں سے اس میں مدد لی جائے، اس لئے کہ تمام صنعتیں مثلاً سناری اور طب اور شعر  
اور لوہاری اور تجارت اور رنگ ریزی کسی کو بھی میسر نہیں ہوئی مگر اس کے ماہرین کے  
ساتھ کام کرنے سے اور بغیر اس کے بہت نادر، غیر واقع ہے اگرچہ عقلاً جائز ہے اور  
جب یہ متعین ہو گیا کہ (شریعت کی معرفت) میں سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ہے تو  
ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہوں، یا مشہور  
کتابوں میں مدون ہوں، نیز علماء نے ان کی خوب شرحیں لکھی ہوں، ان پر حواشی تحریر  
کئے ہوں۔ ان میں جو کلمات مختلف امور کا احتمال رکھتے ہوں ان میں راجح، مرجوح کو  
واضح کر دیا ہو، بعض مقامات پر عام کی تخصیص، مطلق کی تقید بھی فرمادی ہو جب کہ

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

مخصوص اور مقید احکام کو عام اور مطلق کے سینے سے تعبیر کیا گیا ہو۔ ساتھ ہی متضاد اقوال کی تطبیق کر دی گئی ہو۔ اور احکام کی علتیں بھی بیان کر دی گئی ہوں، ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اور اس زمانے میں کوئی مذہب اس صفت کے ساتھ سوائے ان چاروں مذاہب کے موصوف نہیں۔

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کے دوسرے مصالِح اور ان سے انحراف کے مفاسد کو بھی بیان فرمایا ہے، جو مختصراً یہ ہیں، رقم طراز ہیں:

”وثنایہا: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم: ”اتبعوا السواد الاعظم“ ولما اندرست المذاهب الحققة إلا هذه الأربعة كان اتباعها اتباعاً للسواد الاعظم والخروج عنها خروجاً عن السواد الأعظم. وثالثها: ان الزمان لما طال وبُعِدَ العهدُ وصيبت الأمانات لم يجز أن يعتمد على أقوال علماء السوء من القضاة الجورة والمفتين التابعين لأهوائهم..... ولا على قول من لا ندرى هل جمع شروط الاجتهاد أولاً. اه ملخصاً۔“

”دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”سواد اعظم کا اتباع کرو“ اور جب سوائے ان چار مذاہب کے دوسرے فقہی مذاہب باقی نہ رہے تو اب انہیں کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے اور ان سے انحراف سواد اعظم سے انحراف ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ زمانہ اسلام دراز ہو چکا ہے اور عہد رسالت سے دوری ہو چکی ہے اور امانتیں ضائع ہو گئیں تو خواہش نفس کی پیروی کرنے والے علمائے سوء کے اقوال پر اعتماد جائز نہیں، نہ ہی اُس فقیہ کے قول پر اعتماد جائز ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ شرائط اجتهاد کا جامع ہے۔ (عقد الجید)

ان عبارات کا خلاصہ بقدر حاجت یہ ہے کہ مذاہب سلف پر اعتماد ضروری ہے اور ان کے مذاہب کے سوا کوئی اور مذہب اختیار کرنا خرقِ اجتماع ہے جو ناجائز ہے۔

لہذا یہ ضروری ہے کہ محققین کے مذاہب کا علم حاصل کیا جائے اور انہیں پر اعتماد کیا

جائے۔ مذاہب کے قابل اعتماد ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہوں، مشہور کتابوں میں مدون، نیز صحیح ہوں اور آج مذاہب اربعہ کے سوا کوئی دوسرا مذہب اس طور پر مدون صحیح اور مروی نہیں ہے۔ اس لئے انہیں چار مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید پر امت کا اجماع ہے اور اجماع کی مخالفت حرام ہے۔ (بشکر یہ ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، انڈیا)

ہارون آٹوز

پاک اسٹار موٹر سائیکل

Shop No.2, Ruby Arcade

A.M. 20, Akbar Road Karachi

Tel. 021-4214756

عالم کی فضیلت

فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الكواكب

(سنن ابو داؤد و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے

جیسی کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر (حدیث شریف)